WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورۃ الکوثر

نام : اس سورہ طیبہ کا نام الکوثر ہے جو اس کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ یہ ایک رکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے دس کلمات اور چالیس حروف ہیں۔

نزول : علامہ جلال الدین سیوطی نے اس سورت کے نزول کے بارے میں دو قول لکھے ہیں۔ ایک حضرت انس کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سورت کا نزول مدینہ طیبہ میں ہوا اور ان کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم حضور کی خدمت میں حاضر تھے اچانک نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضور کا سر مبارک جھک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تبسم فرماتے ہوئے اپنے سر کو اٹھایا۔ لوگوں نے تبسم کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابھی مجھ پر یہ سورت نازل فرمائی ہے۔ پھر الکوثر کی تلاوت کی لیکن ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، ام المومنین عائشہ صدیقہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکہ کرمہ میں نازل ہوئی۔ ان اکابر صحابہ کے قول کو بہرحال حضرت انس کے قول پر ترجیح دی جائے گی۔ اور ان کی اس روایت کی توجیہ یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ کئی سورتیں ایسی ہیں جن کا نزول متعدد بار ہوا۔ ہوسکتا ہے یہ سورت اس محفل میں کسی خاص حکمت کے پیش نظر دوسری بار نازل کی گئی ہو۔ اس کی تائید حضرت انس کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جسے امام مسلم اور ترمذی و دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک نہر دیکھی۔ اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے نصب تھے میں نے جب اس کے پانی میں ہاتھ مارا تو اس سے خالص کستوری کی مہک اٹھنے لگی۔ اس کے بارے میں جبرئیل سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ھذا الکوثر الذی اعطاکہ اللہ۔ یعنی یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ معراج تو مکہ میں ہوئی، اسی رات کو الکوثر کے عطا فرمائے جانے کا مژدہ ملا۔ اس لیے اس کی اطلاع بھی مکہ میں ہی دی گئی ہوگی۔ چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں: المشہور بین اھل التفاسیر والمغازی انہ ھذہ السورۃ مکیۃ (درمنثور) یعنی علماء تفسیر اور مغازی کے نزدیک یہی بات زیادہ مشہور ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اس کا انداز بیان بھی مکی سورتوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

شان نزول : ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ ایک صاحبزادے کا نام نامی قاسم اور دوسرے کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔

ان کا لقب طیب اور طاہر بھی ہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے یہاں کے باشندے حضور کا بڑا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی ذات سے بڑی حسین توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ آپ کی سیرت و کردار سے وہ اتنے متاثر تھے کہ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضور نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر جب قولوا لا الٰہ الّا اللہ تفلحوا کی دعوت دی تو اہلِ مکہ کے تیور بدل گئے۔ دلوں میں نفرت، حقارت اور عداوت کے جذبات اُمڈ آئے۔ انہیں حضور کی ہر بات سے چڑ ہو گئی۔ ہر وہ حادثہ جس سے نبی کریم کے خاطرِ عاطر کو دکھ پہنچا ان کے لیے وہ مسرت و شادمانی کا باعث بنتا چنانچہ جب دونوں صاحبزادے یکے بعد دیگرے کمسنی میں وفات پا گئے تو ان جانکاہ حادثوں پر اہلِ مکہ کو ذرا رنج نہ ہوا، بلکہ اُنہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خوشی کے شادیانے بجائے۔ ان کے اعتقادات، انکے رسم و رواج اور ان کے تمدن و معاشرہ کو اسلام سے جو سنگین قسم کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا اس کی شدت میں کمی آ گئی۔ اُنہوں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو بہلانا شروع کر دیا کہ جب ان کی شمعِ زیست بجھے گی تو اُن کا یہ لایا ہُوا دین بھی دم توڑ دے گا۔ لڑکا تو کوئی ہے نہیں جو اس سلسلہ کو جاری رکھ سکے۔

ابتر: اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا کوئی فرزند نہ ہو۔ قریش کے گستاخ یہی لفظ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے حق میں استعمال کرنے لگے تھے۔ ابولہب حقیقی چچا تھا، لیکن بُغض و عناد کی یہ حالت تھی کہ جب حضور کے دُوسرے صاحبزادے کا انتقال ہوا، تو اس کی خوشی کی حد نہ رہی۔ دوڑا ہُوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ مژدۂ جانفزا سُنایا بَتِرَ مُحَمَّدٌ اللَّيْلَةَ۔ یعنی آج رات محمد کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔ عاص بن وائل بھی کہا کرتا تھا: ان محمدا ابتر لا ابن له يقوم مقامه بعده فاذا مات انقطع ذكره واسترحتم منه۔ یعنی محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ابتر ہیں ان کا کوئی بیٹا نہیں جو اُن کی وفات کے بعد انکا جانشین بنے جب یہ فوت ہو جائیں گے، ان کا ذکر مٹ جائے گا اور اس وقت تمہیں راحت و آرام کا سانس لینا نصیب ہو گا۔

اس قسم کی دلآزاریاں جب تہذیب و شائستگی کی ساری حدُود کو توڑ گئیں، ان کے طعن و تشنیع کے تیروں سے صبر کا دامن تار تار ہونے لگا۔ اس وقت اللہ کریم نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسُول پر یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی جس میں انتہائی مختصر اور بعد مؤثر انداز میں ان بے حد و بے حساب خیرات و برکات کا مژدہ سُنایا گیا جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مالک بنا دیا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ بتا دیا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے محبوب کا ذکر مٹ جائے گا۔ ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ سُن لو! یہ سراسر غلط ہے۔ میرے پیارے رسول کا چشمۂ فیض تا اَبد جاری رہے گا۔ دُنیا اس سے ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتی رہے گی۔ اہلِ دل اس کی بارگاہِ جمال میں اپنے عقیدت و محبت کے رنگین پھُول پیش کرتے رہیں گے۔ اربابِ ذوق و شوق بزمِ عالم کو اس کے ذکرِ خیر سے آباد رکھیں گے۔ درود و سلام کی رُوح پرور صدائیں ہر لحظہ گلشنِ ہستی کے لیے مژدۂ بہار سُناتی رہیں گی جب تک میری کبریائی کا پرچم فرش و عرش پر لہرا رہا ہے اس وقت تک میرے پیارے رسُول کا ذکر ہوتا رہے گا۔ یہ شمع جس کو میں نے خود روشن کیا ہے۔ تند و تیز طوفانوں کے باوجود ہمیشہ نور افشاں رہے گی۔ فنا تو وہ ہو گا، نام و نشان تو اس کا مٹے گا، جڑ تو اس کی کٹے گی جس کے دل میں میرے نبی کریم کی عداوت ہو گی۔ سلام

کی چودہ صد سالہ تاریخ اس ارشادِ خداوندی کی تصدیق و توثیق کر رہی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا بلکہ ان لوگوں نے خود دیکھا کہ چند سال بعد وہ دل و جان سے اس کے خادم اور پیروکار بن گئے تھے۔ وہ ذات اقدس و اطہر جس نے ایک تاریک شب میں مکہ سے بڑی بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کی تھی جس کا رفیق سفر صدیق اکبر کے بغیر اور کوئی نہ تھا، چند سال بعد وہ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی سمت بڑھا تو مکہ نے اپنے بند دروازے اس کے استقبال کے لیے کھول دیے اور قریش کے سارے سردار گردنیں جھکائے ہوئے اس کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

ایک نکتہ اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ قرآن کریم میں جس جس موقع پر حضور رحمت للعالمین کی شانِ رفیع کا بیان ہوا ہے ان تمام آیات میں ایک بات قدر مشترک ہے وہ یہ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد اپنے حبیب کی شان بتائی ہے۔ مثلاً سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ اسی طرح یہاں بھی انا اعطینٰك الكوثر۔ اس کی حکمت کیا ہے؟ جہاں تک اس ناقص کی فہمِ نارسا کی رسائی ہے مجھے تو اس میں دو حکمتیں جلوہ کناں نظر آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لوگ حضور کے بے اندازہ کمالات کو دیکھ کر حضور کو خدا نہ سمجھنے لگیں۔ بتا دیا کہ یہ کمالات ان کے ذاتی نہیں، بلکہ میں جو رب السموات والارض ہوں نے انہیں ارزانی فرمائے ہیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ کوئی کم نظر حضور کے کمالات کا انکار نہ کر سکے کیونکہ یہ سب کمالات خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں جو علیم بھی ہے حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے۔ جو کمالاتِ رسالت کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کی صفتِ جود و عطا کا انکار کرتا ہے۔

الحمد لله الذی اعطیٰ نبینا من المواهب السنیة مالا تحصیٰ والمحامد الجلیلة مالا تعد۔

◎

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورۃ الکوثر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں تین آیات ہیں

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ

بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و) بے حد و بے حساب عطا کیا[1] — پس آپ نماز پڑھا کریں اپنے رب کے لیے اور قربانی دیں (اسی کی خاطر)[2]

[1] حضور رحمت للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے محامد و کمالات کے ذکر کا جو سلسلہ سورہ والضحیٰ سے شروع ہوا ہے وہ ابھی جاری ہے۔ ان تمام درمیانی سورتوں میں مختلف عنوانوں سے اللہ تعالیٰ نے ان انعامات و احسانات کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے حبیب لبیب پر اور اس کے طفیل اس کی امت پر فرمائے ہیں۔ اس سورت میں ان تمام عنایات کو الکوثر کے ایک کلمہ میں سمو کر رکھ دیا تاکہ چشم حق بین، حسن محمدی کے ایک ایک جلوے کو دیکھتی رہے اور سرشار ہوتی رہے۔ اس پیکر جمیل و رعنا کی رعنائیوں اور دلربائیوں میں کھوئی رہے۔ دل اس حسین سرمدی کی دلنوازیوں پر قربان ہوتا رہے۔ اس کی ایک ایک ادا جان پرور ہے، اس کا ایک ایک انداز روح افزا۔ زبان قدرت جب اپنے حبیب کی شان بیان کرتی ہے وہاں اسلوب ہی نرالا اختیار کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا اِنَّآ، ہم نے۔ جمع کی ضمیر استعمال ہوئی۔ جمع کا صیغہ کبھی کثرت اور تعدد پر دلالت کرتا ہے اور کبھی عظمت و شان کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ یہاں یہی مقصد ہے۔ یعنی ہم نے جو زمین و آسمان کے خالق و مالک ہیں، ہم جو عروس گیتی کو سنوارنے اور نکھارنے والے ہیں، ہم جن کے جود و کرم کا وسیع دسترخوان ہر وقت بچھا ہوا ہے اور ہر ایک کے لیے صلائے عام ہے۔ اے حبیب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ جو چیز ہم عطا فرمانا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو چیز ہم عطا فرما دیں اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

یہاں اٰتَيْنَا کے بجائے اَعْطَيْنَا مذکور ہے۔ ان دونوں کے مفہوم میں بیّن فرق ہے۔ اعطی کے لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور رقمطراز ہیں:

الاعطاء والمعاطات جميعًا: المناولة وقد اعطاه الشيء. وعطوت الشيء: تناولته باليد۔ یعنی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز کسی کے حوالے کر دینا۔ (لسان العرب)

اس تحقیق کی رو سے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے الکوثر آپ کے حوالے کر دیا، آپ کو اس کا مالک بنا دیا۔ علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں گوناگوں مبالغے ہیں۔ منها التصدير بانّ ومنها الجمع المفيد للتعظيم ومنها لفظ الاعطاء دون الايتاء وفي الاعطاء دليل التمليك دون الايتاء ومنها صيغة الماضي الدالة على التحقيق۔ (نیشاپوری)

ترجمہ: اس آیت کی ابتدا اِنَّ سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ پھر ضمیر جمع ذکر کی گئی ہے جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔ نیز یہاں اعطاء کا لفظ استعمال ہوا ہے ایتاء کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے ایتاء میں یہ معنی نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ ذکر کیا جو تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ کام ہو گیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں وفی اسناد الاعطاء الیہ دون الایتاء اشارۃ الی أن ذلک ایتاء علی جہۃ التملیک۔ یہاں اعطاء کا اسناد ضمیر متکلم کی طرف کیا گیا ہے ایتاء کا نہیں۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو الکوثر کا مالک بنا دیا ہے۔ کیا شان جود و سخا ہے دینے والے کی اور کیا مقام رفعت و عُلا ہے لینے والے کا۔

اب ذرا الکوثر کو سمجھنے کی کوشش کیجیے تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں فضائل و مکارم کے کتنے سمندر سمو دیے گئے ہیں۔

۱۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں الکوثر: ھو فوعل من الکثرۃ صیغۃ مبالغۃ الشیٔ الکثیر کثرۃ مفرطۃ۔ کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اس کا وزن فوعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

۲۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں والعرب تسمی کل شیٔ کثیر فی العدد والقدر والخطر کوثرا۔ یعنی جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں کو ذکر کیا جاتا ہے، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کثیر، بے حد و بے حساب عطا کی ہوتی تو اس کو ذکر کر دیا جاتا۔ اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کے بیان کا تکلف کیا جاتا — یہاں تو حالت یہ ہے کہ جو عطا فرمایا ہے حد و بے حساب عطا فرمایا۔ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا نہ کیا جائے۔ اس لیے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بے حد و بے حساب ہیں۔ علم، حلم، جود و کرم، عفو و درگزر، الغرض جن محامد سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سرفراز فرمایا وہ ایک سمندر ہے بے پایاں کنار، جس کی حد کو کوئی پا نہیں سکتا۔

علمائے تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ چند آپ بھی سماعت فرمائیے:

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمادی ہیں۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الکوثر نہر فی الجنۃ حافتاہ من ذھب ومجراہ علی الدر والیاقوت تربتہ اطیب من المسک وماءہ احلیٰ من العسل وابیض من الثلج۔

ترجمہ: یعنی حضور نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔

۲۔ اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہو گا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے جس کے کناروں پر پیالے آبخورے اتنی کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ در حبیب پر آ کر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس حوض کے بارے میں احادیث متواترہ مذکور ہیں اور علماء نے یہ بھی لکھا ہے۔ وان علی ارکانہ الاربعۃ خلفاءہ الاربعۃ۔ اس کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

۳۔ النبوۃ: انبیاء تو حضور سے پہلے بھی تشریف لائے لیکن نبوت محمدیہ کے فیوض و برکات کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ نبوت کا دامن ساری نوع انسانیت کو سمیٹے ہوئے ہے بلکہ آپ ساری کائنات کے نبی ہیں۔ آپ کا بحر رسالت زمان و مکان کی حدود سے

آشنا نہیں۔

۴۔ کوثر سے مراد قرآن کریم ہے۔ انبیاء سابقین بھی صحائف اور کتابیں لے کر آئے لیکن جو جامعیت اور ابدیت اس کی تعلیمات میں ہے اس کی نظیر کہاں۔ علوم و معارف کے جو خزینے اس صحیفہ رشد و ہدایت میں مستور ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ انسانی زندگی کے ان گنت شعبوں پر جس طرح اس کتاب مبین کا نور ضیا پاشیاں کر رہا ہے وہ کسی بصیرت والے سے مخفی نہیں۔

۵۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۶۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔ جتنے صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے کسی دوسرے نبی یا رسول کو اتنے صحابہ میسر نہیں آئے۔

۷۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔ ساری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جس طرح اس نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

۸۔ قال جعفر الصادق علیہ وعلی آبائہ الکرام السلام۔ نور قلبہ الذی دلہ علی اللہ تعالیٰ وقطعہ عما سواہ۔ یعنی امام جعفر صادق کے نزدیک کوثر سے مراد حضور کے دل کا نور ہے جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

۹۔ مقام محمود۔ روز محشر جب شفیع المذنبین شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

۱۰۔ حضرت ابن عباس نے الکوثر کی تفسیر بیان کی ہے الخیر الکثیر۔ یعنی خیر کثیر۔

حضرت سعید بن جبیر نے عرض کیا کہ لوگ تو کہتے ہیں کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے۔ ھو من الخیر الکثیر۔

علامہ اسماعیل حقی الکوثر کے بارے میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ والاظہر ان جمیع نعم اللہ داخلۃ فی الکوثر ظاھرۃ وباطنۃ۔ فمن الظاھر خیرات الدنیا والاخرۃ ومن الباطنۃ العلوم اللدنیہ الحاصلۃ بالفیض الالٰھی بغیر اکتساب۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تشریح کی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں انہ الخیر الکثیر والنعم الدنیویۃ والاخرویۃ من الفضائل والفواضل ۔ ۔ ۔ ۔ وفیہ اشارۃ الی ان ما جاء فی الاحادیث من تفسیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاہ بالنہر من باب التمثیل والتخصیص لنکتۃ۔ یعنی کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور دنیوی و اخروی نعمتیں جن میں فضیلتیں اور فضائل سب شامل ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ احادیث میں کوثر کا معنی نہر بتایا گیا ہے یہ بطور تمثیل ہے۔

۲؎ پہلے اپنی بے پایاں عنایات سے اپنے حبیب کو سرفراز کرنے کا ذکر فرمایا۔ اب ان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد ہے اے حبیب! اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور اسی کی خاطر قربانی دیا کرو۔ کم فہم لوگ کھاتے اللہ تعالیٰ کے دستر خوان سے ہیں پلتے اس کی رحمت کے ٹکڑوں پر ہیں۔ نشوونما اس کے آغوش لطف و کرم میں پاتے ہیں لیکن شکریہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔ عبادت باطل معبودوں کی کرتے ہیں۔ قربانیاں بتوں کے نام پر دیتے ہیں۔ اے میرے محبوب! آپ ان کی روش کو اختیار نہ کرنا۔ یہ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾ ع ٣٢

یقیناً آپ کا جو دشمن ہے وہی بے نام و نشان ہوگا ۳؎

سب سے بڑی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔

اس عبدِ منیب اور حبیبِ لبیب کی تعمیلِ ارشاد کی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات کھڑے رہ کر نماز ادا فرماتے رہتے یہاں تک کہ پاؤں بھی سوج جاتے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا افلا اکون عبدًا شکورًا۔ کیا میں اپنے رب کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ساری عمر یہی عبادت و ذکرِ الٰہی میں بسر ہوئی۔ روز و شب کا ایک لمحہ بھی تو غفلت میں نہ گزرتا تھا۔ جس نبی مکرم، ہادیٔ معظم کی ساری زندگی سجود و رکوع اور خضوع و خشوع میں گزری اس کی امت اگر اپنے رب کے ذکر سے محروم ہو جائے، ان کی پیشانیوں پر اگر سجدوں کے نشان چمک نہ رہے ہوں، انہیں اگر نماز کی سعادت نصیب نہ ہو تو اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳؎ شانئ: مبغض، جس کے دل میں بغض و عداوت ہو تو اس کو شانی کہتے ہیں۔ ابتر: بتر سے ہے اور بتر کا معنی القطع۔ کسی چیز کو کاٹ دینا۔ اہلِ لغت کے نزدیک وہ مرد جس کا فرزند نہ ہو اسے ابتر کہتے ہیں۔ وہ چارپایہ جس کی دم نہ ہو اسے بھی ابتر کہتے ہیں۔ نیز ہر وہ کام جس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اس کو بھی ابتر کہتے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم، پھر زینب، پھر عبداللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ۔ صلی اللہ علی ابیہم وعلیہم اجمعین۔ پہلے قاسم کا انتقال ہوا، پھر عبداللہ (جن کا لقب طیب و طاہر ہے) داغِ مفارقت دے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کے بعد تو سارے مکہ والے دشمن بن گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے دونوں فرزند فوت ہو گئے ہیں، اب صرف صاحبزادیاں ہی ہیں تو انہوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ عاص بن وائل کہنے لگا قد انقطع نسلہ وھو ابتر۔ کہ ان کی نسل منقطع ہو گئی، پس وہ ابتر ہیں۔

کفار جب اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے تو اپنا دل بہلانے کے لیے کہتے فکر کی کوئی بات نہیں، یہ چند روزہ کھیل ہے۔ لڑکا ان کا کوئی نہیں جو ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھ سکے۔ یہ چند سال کے مہمان ہیں۔ جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو ان کا یہ دین بھی اسی روز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت سے ان کی گستاخیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ ان کی خوش فہمیوں کا خاتمہ کر دیا۔ فرمایا جو میرے محبوب کا دشمن ہوگا، جو اس کے دین کا بدخواہ ہوگا، جو اس کے نظامِ شریعت سے پرخاش رکھے گا وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی۔ اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا۔ اس کی اولاد بھی اس کا نام لینا چھوڑ دے گی۔ اس کی طرف ہر قسم کی نسبت ان کے لیے باعثِ ننگ و عار بن جائے گی اور میرے محبوب کی یہ شان ہے کہ اس کا ہر امتی خواہ وہ کسی قبیلہ کا فرد ہو، کسی ملک کا رہنے والا ہو، کوئی زبان بولنے والا ہو، میرے محبوب کریم کے ذکرِ پاک کی شمع ہر وقت روشن رکھے گا۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے، لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نورِ نظر، لختِ جگر، بتول زہرا، خاتونِ جنت سیدہ طاہرہ

ذکر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔

یہ سورت اپنے اختصار و ایجاز کے باوصف فصاحت و بلاغت کا وہ مرقع جمیل ہے کہ فصحائے عرب، بلغائے حجاز کو بھی اسے پڑھ کر کہنا پڑا۔ ما ھذا کلام البشر۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

○

الحمد للہ والصلوٰة والسلام علی سیدنا رسول اللہ الذی اعطاہ ربہ الکوثر۔ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون۔ اللھم ارزقنا حبہ واتباعہ واحشرنا فی زمرتہ تحت لوائہ واغفر لنا ولوالدینا وذریتنا بشفاعتہ یارب العلمین یا اکرم المسئولین۔

○